کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

خطبۃ الانوار

خطباء وواعظین کے لیے جمعۃ المبارک کا بیان

عنوان

امن کی ضرورت واہمیت

تاریخ: 24 اکتوبر 2025ء
۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۷ھ

سلسلہ نمبر: 00192

پیش کش
تنظیم فضلاء انوار العلوم ملتان پاکستان
مرکزی دفتر: جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ٹی بلاک نیو ملتان
0304-0306-0314
6123162
061-6560699

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ خَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِوَالْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّابَعْدُ!فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ (یونس:25)

امن انسان کی فطری خواہش اور معاشرتی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔ جس معاشرے میں امن قائم ہو، وہاں خوشحالی، ترقی اور محبت کا دور دورہ ہوتا ہے۔ بدامنی انسان کی زندگی کو خوف، اضطراب اور پریشانی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ امن کے بغیر نہ عبادت ممکن ہے، نہ تعلیم، نہ کوئی تعمیر و ترقی۔ اسی لیے اسلام نے امن کو سب سے بڑی نعمت اور کامیاب زندگی کی ضمانت قرار دیا ہے۔

آج کے جمعہ کا موضوع ہے: امن کی ضرورت و اہمیت۔

محترم حضرات! 24اکتوبر اقوامِ متحدہ کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ عالمی برادری نے ایک ایسا ادارہ قائم کیا، جس کا مقصد دنیا میں امن قائم کرنا، انصاف فراہم کرنا اور مختلف قوموں میں اتحاد پیدا کرنا ہے۔ اقوامِ متحدہ کی بنیاد 24اکتوبر 1945ء کو رکھی گئی، جب دوسری عالمی جنگ کے بعد دنیا کو ایک ایسا پلیٹ فارم چاہیے تھا، جو اختلافات کو بات چیت اور تعاون کے ذریعے حل کرے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ انسانیت کو مزید بڑے پیمانے پر ہونے والے جنگی المیوں سے بچایا جاسکے یعنی دنیا میں "امن" لایا جاسکے۔ آج کے خطبہ میں یہ بھی ذکر کریں گے کہ "اقوام متحدہ" جس مقصد کے لئے بنایا گیا تھا، کیا وہ مقصد میں کامیاب ہوا یا پھر لفظی اور کتابی باتیں رہ گئیں؟

ابتداء میں ہم "امن" کی ضرورت و اہمیت کو ذکر کریں گے، قرآن و احادیث کے ذریعے اس کی مزید تفصیل اور اہمیت ذکر کی جائے گی آخر میں اقوام متحدہ کا مسلم ممالک کے ساتھ رویہ ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ، پاکستان کی موجودہ حالت پر بھی مختصر تبصرہ ذکر کیا جائے گا۔

امن کی ضرورت:

امن (Peace) انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ جس معاشرے میں امن ہوتا ہے، وہاں ترقی، خوشحالی اور سکون پیدا ہوتا ہے۔ امن کے بغیر نہ عبادت ممکن ہے، نہ تعلیم، نہ تجارت، نہ زندگی کا لطف۔

امن انسان کے جسمانی اور روحانی سکون کے لیے ضروری ہے۔ اگر معاشرے میں بدامنی ہو تو لوگ خوف اور اضطراب میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جس سے زندگی کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ اپنے گھر، گلی اور ملک میں محفوظ رہے۔ اسی لیے امن ہر فرد، خاندان اور قوم کی پہلی ضرورت ہے۔

امن کی اہمیت:

1. امن سے معاشرہ ترقی کرتا ہے۔
2. امن سے انسان اپنی صلاحیتوں کو بہتر انداز میں استعمال کرتا ہے۔
3. امن سے علم و ثقافت کو فروغ ملتا ہے۔
4. امن سے محبت، بھائی چارہ اور تعاون کی فضا قائم ہوتی ہے۔
5. امن قائم رہنے سے ملکی معیشت مضبوط ہوتی ہے۔

سورۂ یونس میں اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (یونس:25)

اوراللہ تمہیں سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔(البیان)

یعنی اللہ لوگوں کو سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

محترم حضرات! اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو امن، محبت اور انصاف کی تعلیم دیتا ہے۔ لفظ "اسلام کا مطلب ہی "سلامتی" اور "امن" ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ(صحیح بخاری:6484)

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلام میں امن کا تصور نہ صرف معاشرتی بلکہ انفرادی سطح پر بھی لازم ہے۔

سورۂ اسراء میں ارشاد ہوا:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ(الإسراء:33)

اور کسی جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ناحق قتل نہ کرو۔(البیان)

جس معاشرہ کا شیرازۂ امن بکھرتا ہے اس کی پہلی زد انسانی جان پر پڑتی ہے۔ اسلام سے قبل انسانی جانوں کی کوئی قیمت نہ تھی مگر اسلام نے انسانی جان کو وہ عظمت واحترام بخشا کہ ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ أَنَّهُۥ مَن قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ۔

(المائدۃ:32)

اس لئے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے بغیر (ناحق) کسی کو نقل کیا تو گویا اس نے قتل کر دیا سب لوگوں کو اور جس نے اسے بچا لیا تو گویا اس نے بچا لیا سب لوگوں کو اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول چمکتی ہوئی نشانیاں لے کر آئے پھر (بھی) اس کے بعد ان میں سے بہت سے لوگ یقیناً زمین میں ضرور حد سے گزرنے والے ہیں۔

شان نزول:

اس آیت کے شان نزول کے متعلق چار اقوال ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ آیت مسلمان ڈاکوؤں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اکثر فقہائے اسلام کا یہی نظریہ ہے اور اس کے ثبوت میں حسب ذلیل دلائل ہیں:

(الف) مرتد کو قتل کرنا، زمین میں فساد کرنے اور اللہ اور رسول سے جنگ کرنے پر موقوف نہیں ہے، جبکہ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول سے جنگ کرے اور زمین میں فساد کرے، اس کو قتل کیا جائے گا۔

(ب) مرتد کے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے اور اس کو شہر بدر کرنے پر اقتصار کرنا کافی نہیں ہے، جبکہ اس آیت کی روسے یہ جائز ہے۔

(ج) اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہوں اور زمین میں فساد کرتے ہوں، ان کو یہ سزائیں دی جائیں، خواہ وہ لوگ کافر ہوں یا مسلمان۔

(تفسیر کبیر: 3، 396)

یہ سزائیں اس لئے دینے کا حکم دیا گیا تا کہ فساد فی الارض کا خاتمہ ہو اور امن قائم ہو۔

اعتراض اور اس کا جواب:

اس آیت پر یہ سوال ہوتا ہے کہ بنو اسرائیل سے پہلی امتوں پر بھی قتل کرنا حرام تھا اور ان پر

قصاص واجب تھا۔ پھر اس آیت میں بنو اسرائیل کا خصوصیت سے کیوں ذکر کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی امتوں میں ان کے انبیاء (علیہم السلام) زبانی وجوب قصاص کا ذکر فرماتے تھے اور بنو اسرائیل میں سب سے پہلے اس حکم کو کتاب میں نازل کیا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قابیل نے ہابیل کو حسد کی وجہ سے قتل کیا تھا اور بنو اسرائیل میں بھی حسد بہت زیادہ تھا اور انہوں نے بیشتر قتل حسد کی بناء پر کیے تھے، جب انہوں نے حسد کی وجہ سے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کا انکار کیا اور دو مرتبہ آپ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ ایک مرتبہ مدینہ میں جب آپ بنو قینقاع کے پاس ایک مسلمان کی دیت وصول کرنے کے سلسلہ میں گئے تھے اور دوسری مرتبہ خیبر میں جب ایک یہودی بڑھیا نے آپ کو زہر آلود گوشت کھانے کے لیے دیا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ عموماً قتل کا سبب قساوت قلبی یعنی سنگ دلی اور عدوان اور سرکشی ہوتا ہے اور بنو اسرائیل میں یہ سبب بہ درجہ اتم موجود تھا حتیٰ کہ انہوں نے متعدد انبیاء (علیہم السلام) کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کیا۔(تبیان القرآن تحت الایۃ)

فلسطین کی موجودہ صورتحال پوری دنیا کے سامنے ہے کہ یہودیوں نے نہتے فلسطینی مردوں، عورتوں اور بچوں کے ساتھ کیا کیا؟ یہ کوئی پہلی مرتبہ بھی نہیں ہو رہا بلکہ یہ ان کا ظالمانہ رویہ نسل در نسل چلتا آ رہا ہے۔ جب یہودی قوم کا، اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ ظالمانہ رویہ رہا کہ یہ قوم انہیں قتل کر دیتی تھی، تو پھر اس قوم بد کا آج کے مسلمانوں کے ساتھ اچھا رویہ کیسے ہو سکتا ہے، جس کی مثال فلسطین میں پوری دنیا دیکھ چکی ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہود قوم سے دوستی اور تعلق نہ رکھنے کا حکم واضح ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ﳕ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ(المائدہ:51)

اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ (تمہارے خلاف) وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اگر تم میں سے کسی نے انہیں دوست بنایا تو وہ انہیں میں سے ہو گا بیشک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالم قوم کو۔ (البیان)

آج کے مسلم ممالک جو اسرائیل کی حمایت میں ہیں یا آرہے ہیں انہیں قرآن کی اس آیت کو اور یہودیوں کی تاریخ کو بار بار پڑھنا چاہیئے، تاکہ ان کا مسخ چہرہ دیکھ سکیں، بعد میں یہی ممالک ان کے شکنجے میں ایسے جکڑے جائیں گے، کہ ان سے نکلنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔ جس طرح کہ اب کئی ممالک مجبور ہیں۔

اعتراض:

یہود قوم مغضوب علیھم ہونے کے باجود دنیا میں سپر پاور کی حیثیت رکھتی ہے، اتنی لاڈلی کہ پہلے بھی اس پر مَن و سلوٰی اترا کرتا تھا، اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانی کے چشمے جاری فرمائے، آخر ایسا کیوں ہے؟

اعتراض کا جواب:

جب قرآن کہتا ہے کہ "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ "(وہ جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا) تو اس سے مراد یہ ہے کہ یہود نے اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کی، انبیاء کی نافرمانی کی اور بعض نے حق کو جانتے ہوئے چھپایا۔ یعنی **دینی اعتبار سے** اللہ ان کے اعمال سے ناراض ہوا۔ جس سے اللہ ناراض ہو، وہ قوم مغضوب ہوتی ہے اور ان کا انجام جہنم ہے۔

مَنّ و سلویٰ اللہ کی رحمت تھی، لیکن عارضی: مَن و سلویٰ اللہ نے انہیں **ابتدائی دور میں** دیا جب وہ صحرائے سینا میں بھٹک رہے تھے۔ یہ **ان کی آزمائش** تھی کہ شکر کرتے ہیں یا ناشکری۔ مگر انہوں نے نافرمانی کی، تو وہ نعمتیں بھی چھن گئیں۔

دنیوی نعمتیں امتحان ہیں، انعام نہیں: اللہ دنیا میں نعمتیں صرف نیک لوگوں کو ہی نہیں دیتا، بلکہ **نافرمانوں کو بھی دیتا ہے** تاکہ ان کا امتحان ہو۔ قرآن کہتا ہے:

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۤءِ وَهٰٓؤُلَاۤءِ مِنْ عَطَاۤءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاۤءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا (بنی اسرائیل:20)

ہم سب کی مدد فرماتے ہیں اُن کی بھی اور اِن کی بھی آپ کے رب کی عطا سے اور آپ کے رب کی عطا (کسی سے) روکی ہوئی نہیں۔ (البیان)

آج دنیا میں ان کی ترقی کی وجہ:

یہ ان کی **محنت، علمی برتری اور دنیوی تدبیر** ہے۔ اسلام بھی محنت، علم، نظم وضبط اور اتحاد کی تعلیم دیتا ہے۔ یہود نے دنیوی اصولوں پر عمل کیا، چاہے دینی اعتبار سے وہ غلط ہوں، اس لیے دنیا میں غالب ہیں۔

یہ اصول ہے: مَنْ يَعْمَلْ سُنَّةَ الدُّنْيَا نَالَ ثَمَرَتَهَا۔ جو دنیا کے اسباب اختیار کرے گا، نتیجہ پالے گا (چاہے وہ مومن ہو یا کافر)۔

اللہ کی ناراضی **اخروی معاملے** میں ہے، جبکہ ان کی دنیاوی کامیابی **اسباب** اور **محنت** کی وجہ سے ہے۔

شبہہ اور اس کا ازالہ:

اس آیت میں ایک انسان کے قتل کو تمام انسانوں کے قتل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے یہ مقصود ہے کہ ایک بے قصور انسان کو عمداً قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بڑا جرم ہے، جتنا تمام انسانوں کو قتل کر دینا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو عمداً قتل کرنے کی سزا جہنم مقرر کی۔ اس پر اپنا غضب نازل کیا اور لعنت کی اور اس کے لیے عذاب عظیم تیار کیا اور اگر کوئی شخص تمام انسانوں کو قتل کر دیتا، تب بھی اس کی یہی سزا ہوتی۔ نیز اگر تمام انسان کسی ایک بے قصور انسان کے قتل میں عمداً شریک ہوں تو ان سب کو قصاص میں قتل کر دیا

جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی ایک بے قصور انسان کو عمداً قتل کرنا اتنا سنگین جرم ہے، کہ تمام انسانوں کو قتل کرنے کے برابر ہے۔

دوسرا جواب جو شخص کسی بے قصور انسان کو عمداً قتل کرتا ہے اس کی طبیعت پر غضب کا غلبہ ہے اور جو اپنے جوش غضب سے مغلوب ہو کر ایک شخص کو قتل کر سکتا ہے، وہ اس کے بعد دوسرے شخص کو، پھر تیسرے شخص کو بھی قتل کر سکتا ہے۔ اگر بالفرض اس کے لیے ممکن ہو تو وہ اپنے جوش غضب میں تمام انسانوں کو بھی قتل کر سکتا ہے۔ امریکہ کے ایک صدر کے فیصلہ نے "ہیرو شیما" اور "ناگاساکی" پر ایٹم بم گرائے تھے، جس سے لاکھوں انسان ہلاک ہو گئے۔

(تبیان القرآن تحت الآیہ)

اسلام نے انسانی جان، مال، عزت اور عقیدے کی حفاظت کو بنیادی حقوق قرار دیا ہے۔

حضور خاتم الانبیآء صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

"تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری عزت ایک دوسرے پر حرام ہے، جیسے یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہیں"۔(صحیح بخاری:105)

محترم حضرات! جس معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے، وہاں عدل، علم اور ترقی کے دروازے کھلتے ہیں۔ لیکن جب دلوں سے خوفِ خدا نکل جائے اور ظلم و فساد بڑھ جائے تو امن و سکون ختم ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ظلم کو زمین پر سب سے بڑی بُرائی قرار دیا ہے۔

سورۂ آلِ عمران میں ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ(آل عمران:57)

اور اللہ نہیں پسند کرتا ظالموں کو۔(البیان)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ(صحیح بخاری:7080)

تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

آج افغانستان اور پاکستان دونوں مسلم ممالک ایک دوسرے کو زیر وزبر کرنے کے لئے میدان جنگ میں اتر آئے ہیں۔اس کی وجہ ہمارا،اغیار کی طاغوتی قوتوں سے مرعوب ہونا،ان کی چالوں سے ناواقف ہونااور مسلم اُمّۃ کی نااتفاقی ہے۔

ابراہیمی معاہدہ:

محترم حضرات!اسرائیل اور کئی عرب ریاستوں کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے ستمبر2020ءمیں ابراہیم اکارڈ قائم ہوا۔اسے [1]Abraham Accords(ابراہیمی معاہدے)اس لیے کہا گیا کہ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام، اسلام،یہودیت اور عیسائیت تینوں مذاہب کے مشترکہ پیشوا ہیں،اس نام کا مقصد امن اور مذہبی ہم آہنگی کا پیغام دینا تھا۔

ابراہیمی مذہب کیاہے؟:

اس مذہب کے قیام کی بنیاد نہ توکسی نے رکھی اور نہ ہی اس کے کوئی پیروکار موجود ہیں۔یہی نہیں بلکہ اس کے لیے کوئی مذہبی متن بھی دستیاب نہیں۔

فی الحال اسے "مذہب" سے متعلق ایک منصوبہ سمجھا جاسکتاہے۔اس منصوبے کے تحت ماضی قریب میں اسلام،عیسائیت اور یہودیت مذاہب میں شامل مشترکہ پیغامات پر مبنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر ایک مذہب بنانے کی کوششیں شروع کی گئی ہیں۔

اس کا مقصد ان تینوں مذاہب میں شامل ایمان اور عقیدے سے متعلق تقریباًایک جیسی باتوں پر انحصار کرنااور باہمی اختلافات کو اہمیت نہ دیناشامل ہے۔

باہمی اختلافات سے بالاتر ہو کر عوام اور ریاستوں کے درمیان امن قائم کرنے کے مقصد سے بھی اس خیال کو فروغ دیاجارہاہے۔

[1] یہ نام اس لیے جمع میں رکھا گیا کیونکہ یہ صرف ایک ملک کے ساتھ نہیں بلکہ کئی عرب ممالک مثلاًمتحدہ عرب امارات،بحرین،سوڈان،مراکش شامل ہیں۔

جو مسلم ممالک ان یہودیوں سے ہاتھ ملارہے ہیں یااس اتحاد میں شامل ہورہے ہیں،وہ ان اشعار کامصداق بن رہے ہیں۔

اکبرالہ آبادی نے کہاتھا:

مے بھی ہوٹل میں پیو چندہ بھی دو مسجد میں
شیخ بھی خوش رہیں شیطان بھی بے زار نہ ہو

اور مرزااسد اللہ خان غالب نے کہاتھا:

ایماں مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

محترم حضرات!لیکن اس معاہدے میں ابراہیم علیہ السلام کاحوالہ صرف اس لیے دیاجارہاہے کہ یورپ کی پروردہ صیہونیت کو فلسطین کی سرزمین پر قابض کرکے اسرائیل کی شکل میں ایک ریاست قائم کی جائے، نیز اسے یہودیوں کی نوآبادی میں تبدیل کرنے کاکام انجام دیاجائے اور اسے مذہبی طورپر دکھانے کی خاطر دنیاکے سامنے یہ باور کیاجائے کہ یہ ایک مذہبی عمل ہے اور فلسطینیوں اور عربوں کی کشمکش مسلمانوں اوریہودیوں کے خلاف ایک مذہبی لڑائی ہے۔

صیہونی نوآبادیاتی کوششوں کو ایک مذہبی لڑائی کانام دینے کے نتیجے میں یہ تمام چیزیں سامنے آرہی ہیں کہ اس لڑائی کے علی الرغم ابراہیم علیہ السلام کاحوالہ دے کر ابراہیمی مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان حقیقی اخوت ومحبت قائم کرنے کی یہ کوشش درحقیقت کیاہے؟فلسطین کے الجھے ہوئے مسئلے کو حل کرنے کے بجائے ابراہیم علیہ السلام کاحوالہ دے کر جوباتیں اس معاہدے میں طے کی گئی ہیں،وہ خود اس بات کی نشان دہی کررہی ہیں کہ ان کے دل میں کیاہے؟اس وقت تک جو دل دوز مناظر دنیانے دیکھے،ایسی صورت میں تینوں ابراہیمی مذاہب کے ماننے والوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش اور پرکشش باتیں کس قدر حقیقت کے برعکس ہیں ؟انہیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

فلسطینیوں اور اسرائیلیوں کا جھگڑا جو زمینی قبضے پر مبنی ہے اور اسرائیلیوں کو فلسطین کی سرزمین پر لا کر غیر قانونی طور پر قبضہ دلانے کا ہے، اس تناظر میں ابراہیم اکارڈ مکمل طور پر ناکام رہا ہے۔

اقوامِ متحدہ اور قیامِ امن:

محترم حضرات! اقوامِ متحدہ جیسا ادارہ اس اصول پر قائم ہے کہ مختلف ممالک اور قوموں کے درمیان امن اور انصاف قائم کیا جائے۔ یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ صرف قوانین اور ادارے کافی نہیں، بلکہ انسانیت اور اخلاقی ذمہ داری بھی ضروری ہے۔ لیکن یہ ادارہ خود اپنے ہی بنائے ہوئے قوانین میں غیر مؤثر اور خاص طور پر مسلم ممالک کے ساتھ غیر منصفانہ رویہ کا مرتکب رہا۔

اقوامِ متحدہ کا غیر منصافانہ رویہ:

محترم حضرات! اقوامِ متحدہ (United Nations) بظاہر ایک ایسا عالمی ادارہ ہے جو امن، انصاف اور بین الاقوامی تعاون کے لیے قائم کیا گیا تھا، مگر عملی طور پر اس کے فیصلوں اور اقدامات میں کئی مواقع پر غیر منصفانہ یا متعصبانہ رویہ دیکھنے کو ملا ہے، خصوصاً مسلم ممالک کے ساتھ۔

فلسطین: سب سے واضح مثال فلسطین کی ہے۔ 1948ء میں اسرائیل کے قیام کے بعد سے فلسطینیوں پر ہونے والے ظلم و ستم کے باوجود اقوامِ متحدہ نے کوئی مؤثر عملی قدم نہیں اٹھایا۔ درجنوں قراردادیں اسرائیل کے خلاف منظور ہوئیں، مگر سلامتی کونسل میں امریکہ کے ویٹو کی وجہ سے کبھی ان پر عمل نہیں ہوسکا۔ نتیجہ یہ کہ فلسطینی آج بھی بنیادی انسانی حقوق سے نہ صرف محروم ہیں بلکہ ان پر بمباری کرکے لاکھوں مردوں ، عورتوں اور بچوں کو شہید کر دیا اور جو بچ گئے، ان کے گھروں کو کھنڈرات میں بدل کر ان سے اپنی ہی ریاست میں رہنے کا حق بھی چھین لیا۔

کشمیر : اقوامِ متحدہ نے 1948ء میں ریفرنڈم کے ذریعے کشمیری عوام کو حقِ خودارادیت دینے کی قرارداد منظور کی تھی۔ لیکن آج 70 سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود اقوامِ متحدہ اس پر عمل

درآمد کرانے میں ناکام رہی۔ بھارت کے زیرِ اثر کشمیر میں ظلم و تشدد جاری ہے، مگر اقوامِ متحدہ کی خاموشی دوہرے معیار کی نشاندہی کرتی ہے۔

عراق: 1991ء اور 2003ء میں عراق پر امریکی حملہ اقوامِ متحدہ کی اجازت کے بغیر کیا گیا۔ لاکھوں شہری مارے گئے، مگر اقوامِ متحدہ نے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔

افغانستان: سوویت حملے کے دوران اور بعد ازاں امریکی قبضے کے وقت اقوامِ متحدہ کا کردار کمزور رہا۔ لاکھوں افغان مہاجرین اور شہری متاثر ہوئے مگر اقوامِ متحدہ کی جانب سے مؤثر اقدامات نہیں کیے گئے۔ اسی طرح یہ جنگ افغانستان میں 20 سال تک جاری رہی اور اقوامِ متحدہ صرف تماشائی بنی رہی۔

شام: شام میں خانہ جنگی کے دوران بڑے پیمانے پر انسانی جانوں کا ضیاع ہوا، مگر اقوامِ متحدہ کی قراردادیں سیاسی مفادات کی نذر ہو گئیں۔

یمن: یمن میں جنگ اور انسانی بحران کے باوجود اقوامِ متحدہ کا ردِعمل انتہائی کمزور رہا۔ یمن میں لاکھوں بچے بھوک و بیماری سے مر رہے ہیں، مگر سلامتی کونسل میں طاقتور ممالک کی مصلحتوں نے انصاف کے دروازے بند کر دیے۔

چین: چین کے صوبے سنکیانگ (جو ایک خود مختار علاقہ ہے) میں اویغور [2] مسلم اقلیت جو چین کی سخت نگرانی اور جبر کا شکار ہیں۔ ان پر دینی شعائر پر پابندیاں عائد ہیں، مساجد بند کی جا رہی ہیں۔ لاکھوں مسلمانوں کو جبری کیمپوں میں قید کر کے مذہبی و ثقافتی شناخت مٹائی جا رہی ہے۔ قرآن پڑھنے، داڑھی رکھنے اور روزہ رکھنے پر بھی سخت سزا دی جاتی ہے۔ چین کے اویغور کے مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے مظالم پر بھی ادارہ خاموش رہا کیونکہ چین ایک بڑی طاقت ہے۔

میانمار (برما): میانمار (یہ ملک تھائی لینڈ، چین، بھارت اور بنگلہ دیش کے درمیان واقع ہے، جسے پہلے برما کہا جاتا تھا) اس میں مسلمانوں کی حیثیت انتہائی کمزور اور مظلوم ہے۔ میانمار کی

---

[2] لفظ اُویغُور "Uyghur" ترکی زبان کا ہے، جس کا مطلب: "متحد" "ایک ساتھ رہنے والے" یا "ہم آہنگ" ہونے کے ہیں۔ یہ نام اُس قدیم ترک قوم نے اپنے لیے استعمال کیا جو آج کے چین کے سنکیانگ (Xinjiang) علاقے میں آباد ہے۔

حکومت انہیں شہریت نہیں دیتی، اس لیے وہ بے وطن سمجھے جاتے ہیں۔ انہیں تعلیم، صحت، روزگار اور آزادانہ نقل و حرکت کے حقوق حاصل نہیں ہیں۔ اکثر روہنگیا مسلمان ظلم، تشدد اور جبری ہجرت کا شکار رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے لاکھوں روہنگیا مسلمان پناہ گزین کیمپوں میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ ان مسلمانوں پر اقوامِ متحدہ نے صرف "تشویش" کا اظہار کیا، عملی اقدام نہیں کیا۔

محترم حضرات! اقوامِ متحدہ کے رویے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں بڑی طاقتوں کے مفادات شامل ہوں، وہاں انصاف کم اور سیاست زیادہ نظر آتی ہے۔ اسلامی ممالک کے ساتھ اس کا سلوک اکثر دوہرے معیار کی مثال پیش کرتا ہے۔

پاکستان اور امن عامہ:

عالمی پیمانے پر پاکستان کا قانون و نظم کا معیار بہت کم ہے۔ World Justice Project[3] نے پاکستان کو 142 ممالک میں Order & Security یعنی قانون و نظم کے لحاظ سے 140 نمبر دے کر تیسرا بدترین ملک قرار دیا ہے۔ سرحدی اور عسکری چیلنجز بہت زیادہ ہیں، پاکستان اور افغانستان کے درمیان حالیہ شدید جھڑپیں اور سرحدی کشیدگی سامنے آئی ہیں، جس سے اندرونی امن پر منفی اثرات پڑ رہے ہیں۔

مریدکے میں 9 اکتوبر 2025 کا واقعہ:

محترم حضرات! پاکستان تحریک لبیک پاکستان (TLP) جو کہ ایک مذہبی اور سیاسی جماعت ہے جنھوں نے گزشتہ دنوں ایک ریلی نکالی اس ریلی کا مقصد، لاہور سے اسلام آباد تک مارچ کر کے

[3] **یہ ایک بین الاقوامی تنظیم** ہے جس کا قیام 2006ء میں ہوا، یہ دنیا بھر میں **قانون کی حکمرانی (Rule of Law)** کو فروغ دینے کے لیے کام کرتی ہے۔ یہ تنظیم اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کرتی ہے کہ حکومتیں اور عوام **قانون کے تابع** ہوں، **انصاف منصفانہ** طریقے سے فراہم کیا جائے، **انسانی حقوق** کا احترام کیا جائے اور **بد عنوانی، ظلم و ناانصافی** کے خلاف آواز اٹھائی جائے۔ اس کا **ہیڈ کوارٹر** واشنگٹن ڈی سی، امریکہ میں ہے۔ یہ تنظیم ہر سال "Rule of Law Index" جاری کرتی ہے جس میں دنیا کے ممالک کو انصاف، شفافیت، حکومتی کارکردگی اور انسانی حقوق کے لحاظ سے **درجہ بندی (ranking)** دی جاتی ہے۔ یہ تنظیم مختلف اداروں، حکومتوں، وکلاء، اساتذہ اور سول سوسائٹی کے ساتھ مل کر کام کرتی ہے۔

امریکی سفارت خانے کے سامنے مظاہرہ کرنا تھا، تاکہ غزہ میں فلسطینیوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کی جاسکے۔ حکومت نے اس مارچ کو روکنے کے لیے پولیس اور رینجرز کی بھاری نفری تعینات کی اور لاتعداد افراد کو شہید اور زخمی کر دیا۔

خلاصہ کلام:

دنیا میں "اقوام متحدہ "کا "امن "کے قیام کا منصوبہ ہو یا پاکستانی قانون نافذ کرنے والے ادارے ہوں، قیامِ امن کے متعلق کردار غیر متعصبانہ ہونا چاہیے۔ اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ اگر ہم سچے مسلمان بننا چاہتے ہیں تو اپنے گھر، گلی، محلے اور ملک میں امن قائم رکھیں۔ دشمنی، نفرت، تعصب اور انتقام کے بجائے محبت، رواداری اور عدل کو فروغ دیں۔

آیئے ہم سب عہد کریں کہ ہم امن کے داعی بنیں گے، اپنی زبان، قلم اور عمل سے کسی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، بلکہ دوسروں کے لیے راحت اور سلامتی کا ذریعہ بنیں گے۔

آمین یا رب العالمین۔